احتساب کی حقیقت اور معاشرے پر اس کے اثرات

Reality of accountability and its impact on society

غوث الدین*

Abstract

The soul and spirit of accountability and ombudsman in Islam is in fact religious. Wherever the term "accountability" in Quran and Hadith Is presumed, it is merely specified in order to seek Allah's favor to be performed. And for the sake of virtue to be bestowed upon oneself from Allah Almighty, so for as the above assignment is concerned it is said that احتساباللہ/or. حبستہ اللہ

The mentioned perspective is actually consists on the following verses of Holy Quran as a citation امر بالمعروف ونہی عن المنکر. And the reference of the above mentioned can also be found in Hadiths, sound-deeds and praise worthy affairs relevant to virtue and wellbeing. While the unfavorable and vile ways of life are strictly disowned by the very religion. Therefore, the religion's renowned scholars have always advocated the term accountability in the perspective of- امر بالمعروف و نہی عن المنکر

Allah Almighty says in the Holy Quran you are the best nation produced (as an example) for mankind. You enjoin what is right and forbid what is wrong and believe in Allah.

*ریسرچ اسکالر شعبہ قرآن وسنہ، جامعہ کراچی

Accountability is another aspect of coin regarding امر بالمعروف ونہی عن المنکر۔So, this is the duty of each sound minded and mature individual in particular and for the whole collective society in general.

احتساب کا تعارف

احتساب باب افتعال سے ہے اور اس کا مادہ ح س ب ہے، عربی میں اس کے لئے الحسبہ کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ الحسبۃ الاحتساب سے ماخوذ ہے جیسے العدۃ الاعتداد سے۔الاحتساب الحسب سے لیا گیا ہے،الحسب کے مختلف معنی ہیں:

1۔گننا اور شمار کرنا: حسب وہ اشیاء ہیں جسے شمار کیا گیا ہو،اسی سے حسب کے معنی اس عظمت اور شرف کے ہوئے جو کسی کے باپ دادا میں پائی جاتی ہو یعنی اباء واجداد کے مفاخر، کیونکہ انسان اپنی پچھلی نسلوں کی عظمتوں اور مفاخر کو شمار کرتا ہے۔جب کسی چیز کو شمار کیا جائے تو کہا جاتا ہے: حَسِبْتُ الشیءَ أَحْسَبُه حِساباً وحَسَبْتُ الشیءَ أَحْسُبُه حِسْباناً وحُسْباناً (1) حاسب کے معنی ہیں: حساب کرنے والا، حسبان حساب کی جمع ہے اور اس کا مطلب ہے گنتی یا شمار کرنا، حسیب حساب کرنے والے یا نگرانی کرنے والے کو کہتے ہیں۔قرآن کریم حساب یا الحساب کا لفظ پچیس مرتبہ استعمال ہوا ہے(2) قرآن کریم میں حساب بمعنٰی گنتی بھی استعمال ہوا ہے:

وقوله تعالى: وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ آيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا آيَةَ اللَّيْلِ وَجَعَلْنَا آيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِتَبْتَغُوا فَضْلاً مِنْ رَبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلاً(3)

ترجمہ: اور ہم نے رات اور دن کو دو نشانیوں کے طور پر پیدا کیا ہے۔ پھر رات کی نشانی کو تو اندھیری بنا دیا، اور دن کی نشانی کو روشن کر دیا تا کہ تم اپنے رب کا فضل تلاش کر سکو اور تا کہ تمہیں سالوں کی گنتی اور (مہینوں) کا حساب معلوم ہو سکے۔ اور ہم نے ہر چیز کو الگ الگ واضح کر دیا ہے۔

ماہ صیام کے چاند کے بارے میں ایک حدیث میں ہے:

لانکتب ولانحسب(4)

ترجمہ: نہ ہم لکھتے ہیں اور نہ ہم شمار کرتے ہیں۔

2۔اجر اور ثواب: احتساب کا معنی اجر و ثواب کے لئے کوئی کام کرنے کے ہیں۔ چنانچہ حدیث نبوی میں ہے:

1۔قال رسول اللهﷺ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (5)
جس نے ایمان اور اجر و ثواب کی نیت کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے تمام پچھلے گناہ معاف ہو گئے۔

2۔ روی عن النبیﷺ فی تعزیة ابنته أنه قال: إِنَّ لِلَّهِ مَا أَخَذَ وَلَهُ مَا أَعْطَى وَكُلٌّ إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ(6)
ترجمہ: نبی کریمﷺ نے انہیں کہلایا کہ اللہ ہی کا وہ ہے جو وہ لیتا ہے اور وہ بھی جسے وہ دیتا ہے اور سب کے لئے ایک مدت مقرر ہے، پس صبر کرو اسے ثواب کا کام سمجھو۔

تاج العروس میں احتساب کا معنی ہے: (والحِسْبَةُ بالكَسْر) هُوَ(الأَجْرُ، واسْمٌ مِنْ الاحْتِسَابِ) كالعِدَّةِ مِنْ الاعْتِدَادِ، أَي احْتِسَابِ الأَجْرِ على اللهِ، تقول: فَعَلْتُهُ حِسْبَةً. واحْتَسِبْ فِيهِ احْتِسَاباً، والاحْتِسَابُ: طَلَبُ الأَجْرِ (7)

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ احتساب بمعنیٰ اجر اور ثواب ہے۔

3۔کفایت: احتساب کا ایک معنیٰ کسی چیز کا کافی ہونا بھی ہے، یعنی وہ جو کفایت کرے یا جس کے بعد کسی اور شئ کی ضرورت نہ رہے جیسے عربی میں کہا جاتا ہے: احتسب بکذا ای اکتفی به۔

چنانچہ قرآن کریم میں ہے:
1۔ الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَاناً وَقَالُوا حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ۔(8)

ترجمہ: وہ لوگ جن سے کہنے والوں نے کہا تھا کہ: "یہ (مکہ کے کافر) لوگ تمہارے (مقابلے) کے لئے (پھر سے) جمع ہو گئے ہیں، لہٰذا ان سے ڈرتے رہنا۔ تو اس (خبر) نے ان کے ایمان میں اور اضافہ کر دیا اور وہ بول اٹھے کہ: "ہمارے لئے اللہ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے"۔

2۔ وقوله تعالیٰ: وَكَفَى بِاللَّهِ حَسِيباً۔(9)
ترجمہ: اور حقیقت میں تو اللہ ہی (گواہ اور) حساب لینے والا کافی ہے۔

اس میں حسیب بمعنیٰ رقیب ہے یعنی اللہ نگہبانی کے کافی ہے جو محاسبہ کرے گا۔

3۔ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ فَهُوَحَسْبُهُ۔(10)
ترجمہ: اور جو کوئی اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس (کا کام بنانے) کے لئے کافی ہے۔

صاحب النھایہ نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے:
قال له النبی صلی اللّه علیه وسلم: يَحْسِبُكَ(11) أن تَصُومَ من كل شهر ثلاثة أيام، أي يَكْفِيكَ۔(12)

حضور ﷺ نے عبداللہ بن عمر سے فرمایا: کہ تیرے لئے ہر مہینے میں تین روزے رکھنا کافی ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہوا کہ احتساب "کافی ہونا" کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔

4۔ تدبیر: احتساب کا معنیٰ اچھی تدبیر یا معاملات میں اچھی طرح نگرانی کے معنیٰ میں بھی استعمال ہوتا ہے جیسے کہا جاتاہے: ويُقَالُ: هُوَحَسنُ الحِسْبَةِ أَي حَسَنُ التَّدْبِيرِ والكِفَايَةِ والنَّظَرِفيه ولَيْسَ هو من احْتِسَابِ الأَجْرِ(13) محتسب بھی ریاستی معاملات کو اسلامی قوانین کے مطابق جانچتا ہے اور اس کے بارے میں غور فکر کرتا ہیں۔

روایت میں ہے: كل امرئ حسيب نفسه(14)
ترجمہ: ہر شخص اپنے آپ کا خود محاسب (نگران) ہے۔

5۔ بزرگی و شرافت: حسب کا ایک معنیٰ بزرگی و شرافت کے ہیں، جیسے نہایہ میں لکھا ہے:
الحسب المال والكرم والتقوى، الحسب فى الاصل الشرف بالاباء وما يعده الانسان من مفاخرهم وقيل الحسب والكرم يكونان فى الرجل و ان لم يكن له آباء لهم شرف والشرف والمجد لايكونان الا بالاباء(15)

مذکورہ بالا عبارت کا مقصد یہ ہے کہ حسب اباءواجداد سے ملنے والی بزرگی اور شرافت کو کہتے ہیں جنہیں انسان اپنے مفاخرات میں شمار کرتا ہے، اور بعض کے نزدیک شرف اور بزرگی ایسے شخص میں بھی موجود ہو سکتی ہے جس کے اباء وجداد میں شرافت والے نہ ہو، تاہم شرف اور بزرگی اباءواجداد کے بغیر ممکن نہیں۔

حدیث مبارکہ میں وارد ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال تنكح النساء لأربع لمالها ولحسبها ولجمالها ولدينها. فاظفر بذات الدين تربت يداك۔ (16)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں سے چار چیزوں کی وجہ سے شادی کی جاتی ہے، ان کے مال ودولت کی وجہ سے، ان کے حسب ونسب کی وجہ سے، ان کے حسن وجمال اور خوبصورتی کی وجہ سے اور ان کی دینداری کی وجہ سے، لہذا تم دیندار عورت کا انتخاب کر کے کامیاب بنو، تمہارے ہاتھ خاک آلود ہوں۔

صاحب ابن ماجہ نے ولحسبها کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے: (لحسبها) الحسب شرف الآباء أو حسن الفعال۔ (17) حسب اباءواجداد کی شرافت یا اچھے افعال کو کہا جاتا ہے۔

6۔ **ظن، خیال، گمان** : قرآن کریم میں ح س ب کا مادہ "گمان، ظن اور خیال" کے معنٰی میں بھی استعمال ہوا ہے

اس کی تائید میں قرآن کی متعدد آیات ہیں:

1۔ الم ، احسب الناس ان يتركوا ان يقولوا امنا وهم لا يفتنون۔ (18)

ترجمہ: کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ انہی یونہی چھوڑ دیا جائیگا کہ بس وہ یہ کہہ دے: "کہ ہم ایمان لے آئے" اور ان کو آزمایا نہ جائے۔

2۔ ام حسب الذين يعملون السيات ان يسبقونا ساء ما يحكمون۔ (19)

ترجمہ: جن لوگوں نے برے برے کام کئے ہیں کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے کہ وہ ہم سے بازی لے جائیں گے بہت برا اندازہ ہے جو وہ لگا رہے ہیں۔

3۔ وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ۔ (20)

ترجمہ: اور اسے ایسی جگہ سے رزق عطا کرے گا جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہو گا۔

لفظ احتساب کے متعلقات قرآن حکیم کی بہ نسبت احادیث میں صریح طور پر آئے ہیں۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق حسب کے عنوان سے دس حاسب کے تحت چالیس حسب کے ضمن میں چھ حسب احساب کے ذیل میں تیرہ،

حسبان کے تحت ایک اور حسیب کے بارے میں تین حدیثیں ملتی ہیں، جبکہ احتسب کے تحت بائیس اور حسبہ کے ضمن میں دو حدیثیں ملتی ہیں۔(21)

احتسب اور حسبہ سے قطع نظر باقی تمام کا معنوی مفہوم قریب قریب وہی ہے جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔

احتساب میں وہ تمام معانی مضمر ہیں جو مادہ ح س ب کے تحت قرآن وحدیث میں اس لفظ کے متعلقات ومشتقات میں استعمال ہوئے ہیں۔احتساب کے معانی میں گنتی وشمار ہے اور "خیال وگمان بھی"۔یہ "کفایت" پر دلالت کے لئے "کافی" ہے اور اس میں "حساب لینے" یا "حساب کرنے" حساب کتاب، اعمال، جزاوسزا، بلائے ناگہاں اور عذاب وایثار سب کے معانی پائے جاتے ہیں۔رضائے الٰہی کی طرف بھی ایک بلیغ اشارہ ہے اور یہ تمام رموز محتسب کی تعریف میں بھی آکر مجتمع ہو جاتے ہیں۔

ان تمام تصریحات، احادیث اور اسلامی ادب کی رو سے "احتساب" کسی ایسے کام کے لئے بالخصوص آئے ہیں جو خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے انجام دیا جائے اور باری تعالیٰ ہی سے اس کے اجر وثواب کی امید رکھی جائے چنانچہ ایسے کام کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ حسبۃ للہ یا احتسا باللہ کیا گیا۔

ان تمام رموز کے مطابق کسی نیک کام سے اجتناب پر نکیر اور ناپسندیدگی کا اظہار "احتساب" ہے۔

احتساب شریعت کی نظر میں

نیک اعمال اور پسندیدہ امور کا تعلق معروفات سے ہیں جبکہ برے اعمال اور ناپسندیدہ افعال منکرات میں شمار ہوتے ہیں اس لئے فقہاء اسلام میں سے اکثر نے "الحسبہ" کے اصطلاحی مفہوم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی روشنی میں واضح کرنے کی سعی کی ہے۔ان میں مشہور شافعی فقیہ قاضی ابوالحسن علی الماوردی اور ان کے ہم عصر ممتاز حنبلی فقیہ قاضی ابویعلیٰ الفراء سرفہرست ہیں۔اول الذکر کے نزدیک:

ھی امر بالمعروف اذا ظھر ترکہ ونھی عن المنکر اذا ظھر فعلہ۔(22)

اس (الحسبہ) سے مراد اچھائی کا حکم دینا ہے، جب اعلانیہ اسے چھوڑ دیا گیا ہو اور برائی سے روکنا، کہ جب اسے کھلم کھلا اپنایا جانے لگے۔

الماوردی نے مذکورہ تعریف کی تائید میں قرآن کریم سے استشہاد بھی پیش کیا ہے۔

وَقَالَ اللّٰہُ تَعَالَیٰ: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (23)
ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

ثانی الذکر حنبلی فقیہ قاضی ابو یعلیٰ نے بھی "الحسبہ" کی اصطلاحی تعریف میں من وعن یہی الفاظ استعمال کئے ہیں۔(24) اور اس کی تائید میں بعض قرآنی آیات اور احادیث کی طرف اشارہ کیا ہے، الماوردی اور الفراء کے بیان کردہ "الحسبہ" کی تعریف کو ان دو فقہاء کے علاوہ دیگر ارباب علم نے بھی اختیار کیا ہے، جن میں الشیرزی نے اس میں "واصلاح بین الناس "(25) کے الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے، جس سے وہ "الحسبہ" سے مراد لوگوں کے درمیان مصالحت ومفاہمت کرا دینا لیتے ہیں۔ "اصلاح" ان کے نزدیک صلح کے معنوں میں نہیں، بلکہ معاملات کی درستی ہے۔ ابن الاخوۃ رقم طراز ہیں:

الحسبة وظيفة دينية شبه قضائيه عرفها التاريخ الاسلامی، تقوم علی فکرة الامر بالمعروف والنهی عن المنکر۔ (26)

الشیرزی، ابن الاخوۃ، الماوردی اور ابو یعلیٰ الفراء وغیرہم کے خیال میں "الحسبہ" صریحا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا نام ہے۔ اول الذکر دو مولفین تو لوگوں کے درمیان اصلاح کو بھی اس کی اصطلاحی تعریف میں شامل کر لیتے ہیں، لہٰذا ابن بسام المحتسب نے ان ہر دو کی آراء کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ تجزیہ پیش کیا ہے کہ معروف ومنکر یعنی الحسبہ کے ضمن میں:

فان الحسن ماحسنه الشرع، والقبیح ماقبحه الشرع۔ (27)
اچھا وہ ہے، جسے شریعت نے اچھا قرار دیا ہے اور برا وہ ہے جسے شریعت نے برا قرار دیا ہے۔

ابن بسام المحتسب مزید کہتے ہیں کہ بسا اوقات ایک جاہل آدمی اپنے عقل کے زور یا ذریعہ سے کسی ایسی چیز کو اچھا سمجھ بیٹھتا ہے، جو شریعت کے نزدیک بری ہوتی ہے، اس طرح وہ لاعلمی میں ایک ممنوع کام کر بیٹھتا ہے۔ لہٰذا معروف اور منکر کی حقیقت کو پہچاننے کے لئے عقل کوئی معیار یا پیمانہ نہیں بلکہ کتاب اللہ اور سنت نبوی ؐ ہی سے اس بارے میں رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے:

ولا مدخل للعقول فی معرفة المعروف والمنکر الا بکتاب الله عزوجل وسنة نبیه ﷺ۔ (28)

قران فی الحقیقت ''الحسبہ''کا مرکز و محور ہے اور حدیث اس کی روح۔ معروف صرف چند اخلاقی، معاشرتی اور مذہبی اچھائیوں سے عبارت نہیں، بلکہ قرآنی اصطلاح میں ایسے تما احکامات باری تعالیٰ اور تعلیمات نبوی ؐ کو محیط ہے، جو اخلاق و معاشرت، تہذیب و تمدن، صنعت و حرفت، قانون و دستور، ثقافت و عدالت اور مذہب و سیاست سے تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ امام ابن تیمیہ کے نزدیک ان تمام شعبوں میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کے احکام و فرامین جاری و ساری کرنے کا نام ''الحسبہ'' ہے۔ فرماتے ہیں:

وجمیع هذه الولایات هی فی الأصل ولایة شرعیة ومناصب دینیة، فأی من عدل فی ولایة من هذه الولایات فساسها بعلم وعدل وأطاع الله ورسوله بحسب الإمکان فهو من الأبرار الصالحین، وأی من ظلم وعمل فیها بجهل فهو من الفجار الظالمین، إنما الضابط قوله تعالی: إِنَّ الْأَبْرَارَ لَفِي نَعِيمٍ۔ وَإِنَّ الْفُجَّارَ لَفِي جَحِيمٍ۔ (29)

الحسبہ فی الاسلام کی اس عبارت کے مطابق مذکورہ تمام شعبہ جات اصل میں وزارت شرعیہ اور مناصب دینیہ ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی بھی شعبہ میں عدل وانصاف سے کام لے، اس کی بنیاد علم و عدل پر رکھے، اللہ اور اسکے رسول ؐ کی حسب الامکان اطاعت کرے، وہ نیک لوگوں میں شمار ہوگا۔ برعکس اس کے جہالت اور لاعلمی پر اپنے عمل کی بنیاد استوار کرنے اور ظلم کو وطیرہ بنانے والا ظالم و فاجر حکمرانوں میں سے ہے۔

امام ابن تیمیہ نے ''الحسبہ'' کے اس وسیع تر اصطلاحی مفہوم کو واضح کرنے کے ساتھ ساتھ یہ تصریح فرمادی ہے کہ الحسبہ ان امور میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے جو گورنروں، قاضیوں اور انتظامیہ کے دائرہ اختیار میں نہیں آتے۔

وأما المحتسب فله الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر مما ليس من خصائص الولاة والقضاة وأهل الديوان ونحوهم، وكثير من الأمور الدينية هو مشترك بين ولاة الأمور۔ (30)

"الحسبہ" کے علم قرار پانے کے باوصف اس کے دینی فریضہ اور منصب ہونے کی حیثیت اور قدر و منزلت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، بلکہ ایک طرح سے الحسبہ کی وقعت میں اضافہ ہوتا ہے اور محتسب کے منصب کی تعیین و تحسین بڑھ جاتی ہے۔ شاید اسی لئے ممتاز ترک فاضل حاجی خلیفہ چلپی نے اپنی گرانمایہ تصنیف میں "الحسبہ" کا ذکر علوم و فنون کی فہرست میں کیا ہے۔ وہ "علم الاحتساب" کے عنوان سے اگرچہ بہت سی ایسی باتیں دہراتے ہیں، جن کا ادارہ احتساب سے بظاہر اور براہ راست کوئی تعلق نظر نہیں اتا، تاہم ان سے "الحسبہ" کے وسیع تر اصطلاحی مفہوم کو متعین کرنے میں کافی مدد ملتی ہے۔ بقول ان کے الحسبہ:

هو علم باحث عن الامور الجارية بين اهل البلد من معاملاتهم الاتى لايتم التمدن بدونها، من حيث اجراءها على قانون العدل بحيث يتم التراضى بين المعاملين۔ (31)

وہ علم ہے جو اہل شہر کے درمیان وقوع پذیر ہونے والے ایسے روزمرہ معاملات سے کہ جن کے بغیر تمدن کی تکمیل نہیں ہو سکتی اس طرح بحث کرتا ہے کہ فریقین میں مکمل رضامندی کے قیام کی غرض سے عدل وانصاف کے مطابق چلانا کیونکر ممکن ہے۔

اسلامی فقہ میں الماوردی اور الفراء جیسے جن مؤلفین نے کتب تالیف کیں، انہوں نے الحسبہ کو ان ہی معنوں میں استعمال کیا۔ ماہرین لغت کا رجحان بھی اس طرف غالب دیکھائی دیتا ہے۔ انہوں نے صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ قدیم اسلامی ممالک میں الحسبہ ایک ایسا سرکاری منصب تھا، جس پر فائز شخص بازار کی قیمتوں وغیرہ کی نگرانی کا ذمہ دار ہوتا تھا:

الحسبه منصب فى الدول الاسلامية القديمة كان يتولا مسوول عن مراقبة الاسعار ونحوها۔ (32)

لیکن الحسبہ کے یہ محدود معنی ہیں اور مورخین کی تالیفات میں کہیں اس قسم کے سرسری اور کہیں بلیغ اشارات ملتے ہیں کہ الحسبہ کی اصطلاح محتسب کے محدود فریضہ سے زیادہ وسیع معانی رکھتی ہے:

ولكن للحسبة من غير شك معنى اوسع من وظيفة المحتسب بمدلولها المحدود۔ (33)

مثال کے طور پر:

دار المحاسبة والمواريث او الموتى ۔تدل على ان الحسبة كانت اسما للدار التسجيل التى تسجل فيها الوفيات والمواليد وتدار فيها تركات اليتامىٰ واموالهم۔ (34)

دارالمحاسبہ والمواریث یاالموتی سے ظاہر ہوتا ہے کہ ''الحسبہ''اس دفتر اندراج کے لئے استعمال ہوتا تھا، جس میں مرنے اور پیدا ہونے والوں کے نام لکھے جاتے اور یتامیٰ کے ترکے اور ان کے مال کا انتظام کیا جاتا تھا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ''الحسبہ'' کا لفظ اوزان وپیمائش کے دفتر کے لئے استعمال ہوتا رہا۔اس دفتر کو دارالعیار کہتے تھے۔اسی طرح محاسب اعلیٰ کے محکمے اور فوج کے اسلحہ خانے اور سٹور کے لئے بھی اسے استعمال کرتے رہے:

لفظ الحسبة ايضاً مستعملا للدلالة علىٰ دارالموازين والمكائيل وتعرف بدار العيار۔ وكذالك ديوان المحاسبة الاعلىٰ واخيرا للدلالة علىٰ ديوان ميرة الجيش وذخيرته۔ (35)

بعض مصنفین نے پیدائش واموات اور میراث کی رجسٹری، یتامیٰ کے مال کی نگرانی اور فوجی رسد کو ''الحسبہ'' کے تحت ماننے والوں سے اختلاف کیا ہے، جیسا کہ ظاہر ہوتا ہے کہ بسا اوقات الحسبہ اور المواریث قاضی کے سپرد ہوتے تھے۔ اس صورت میں یہ تمام امور قاضی ہی سے متعلق ہو جاتے تھے اور الحسبہ میں ان کا شمار نہیں کیا جاتا تھا (36) تاہم یہ امر یقینی ہے کہ الحسبہ کا خاص کام اخلاق عامہ (public Moral) کی اصلاح تھا اور جو کام مفاد عامہ کے خلاف ہوتے، ان کی روک تھام اس کے ذمہ تھی۔

الحسبہ کی مختلف توضیحات کا حقیقی مفہوم در حقیقت امر بالمعروف اور نھی عن المنکر میں مضمر ہے۔وہ امور جنہیں شریعت اسلامی میں جائز قرار دیا گیا ہے، معروفات میں سے ہیں اور جنہیں نہ کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، منکرات میں شمار ہوتے ہیں۔اسلام میں چونکہ نیکی کے کاموں کا ذکر نماز، روزہ اور زکوٰۃ وغیرہ کے ساتھ کیا گیا ہے، اس لئے الحسبہ کو بھی ایک دینی فریضہ سمجھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، بلکہ اکثر فقہاء اسلام نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ یہ واجب ہے اور اس کو ترک کرنے والا گناہ گار۔اس سے آگاہ ہونا ہر مسلمان کا فرض ہے، چنانچہ اس سے آگاہی ضروری ہے۔اس کی ذمہ داری فرداً فرداً ہر مسلمان پر ہے اور بالخصوص حکومت پر کہ وہ اسلامی ریاست میں عوام کی فوز وفلاح اور انہیں اسلام کی

حقیقی نعمتوں سے مستفیض کرنے کے لئے اسلامی عدل وانصاف اور اخلاق کے تقاضوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اجتماعی اور حکومتی سطح پر باقاعدہ ادارہ احتساب کا قیام عمل میں لائے۔المختصر:

''الحسبہ ایک اصطلاح جس کا مقصد ایک طرف تو یہ ہے کہ ہر مسلمان امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دے اور دوسری طرف اس شخص کے معنوں میں آتا ہے، جو کسی شہر میں عوام کے اخلاق کی نگرانی کے لئے سرکاری طور پر مقرر کیا گیا ہو۔ایسے اہل کار کو محتسب کے نام سے پکارا جاتا ہے''(37)

ابن قیم کا بیان اس سارے بحث کا خلاصہ ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ وہ حکم جو لوگوں پر ان کی طرف سے دعویٰ کے بغیر ہوتا ہے اور کسی کے دعویٰ پر موقوف نہیں اسے الحسبہ کہتے ہیں اور اس کی نگرانی کرنے والے کو والی حسبہ یعنی محتسب:

واما الحکم بینهم فیما لا یتوقف علی الدعویٰ فهو المسمیٰ بالحسبة، والمتولی له: والی الحسبة۔ (38)

احتساب کا مقصد

اسلام لوگوں کو انفرادی اور اجتماعی زندگی میں معروفات و منکرات کا پابند دیکھنے کا متمنی ہے۔وہ کذب وافتراء، ملاوٹ، ہیرا پھیری، رشوت، سفارش، گرانی اور ذخیرہ اندوزی وغیرہ کی قطعا اجازت نہیں دیتا۔ برعکس اس کے حقوق العباد اور مشترکہ حقوق کی ادائیگی کی تلقین کرتا ہے۔کتاب و سنت میں ایسے قوانین موجود ہیں جن پر عمل پیرا ہونا ہر مسلمان کے لئے بس کے مطابق ضروری ہے۔

ریاستی اور شرعی قوانین کی اہمیت وافادیت سے انکار ممکن نہیں۔ قوانین تو شہریوں کے جان،مال اور عزت وآبرو کے تحفظ ہی کے لئے بنائے جاتے ہیں اور ان کا حقیقی مقصد اخلاق عامہ اور مفاد عامہ کی نگہداشت ہوتا ہے اسلام نے عبادات کے ساتھ ساتھ معاملات پر بھی بہت زیادہ زور دیا ہے، چنانچہ ''الحسبہ'' سے مراد لوگوں کو ایک طرح سے اسلامی طرز حیات اپنانے کی نہ صرف تلقین کرنا بلکہ پابند کرنا ہے۔اسی لئے عہد تیموری کے ایک ممتاز مصنف کا مطمح نظر یہ ہے کہ:

''محتسب کا وجود اس امر کی صمانت ہے کہ عوام اسلامی قوانین کے مطابق زندگی بسر کریں''(39)

کشف الظنون میں بتایا گیا ہے کہ احتساب کا مقصد عوام کی اصلاح کے لئے حسب ضرورت اور بقدر ضرورت زجر و توبیخ ہے۔اس کام کی خاطر لوگوں کو اچھائیوں کا حکم دیا جاتا ہے اور برائیوں سے منع کیا جاتا ہے تاکہ ان کے درمیان تنازعات اور فخر ومباہات پیدا ہوں نہ وہ ایک دوسرے سے بلاوجہ تجاوز کرنے کی کوشش کریں۔یہ حکومت کی صوابدید پر ہے کہ لوگوں کو باز رکھنے کے لئے کون سے مناسب طریقے اختیار کئے جائیں۔اس کے بعض بنیادی اصول و قواعد تو فقہی ہیں،اور بعض مبنی پر استحسان، جن کے بارے میں بقول صاحب کشف الظنون، خلیفہ یعنی حکومت ہی فیصلہ کرنے کی مجاز ہے اور اس کا فائدہ شہروں کے امور کو بہتر طور سے چلانا ہے:

وعن سیاسة العباد بنهی المنکر و امرالمعروف بحیث لایودی الی مشاجرات وتفاخر بین العباد بحسب ما راه الخلیفة من الزجر والمنع ومبادیه بعضها فقهی وبعضها امور استحسانیة ناشئة من رای الخلیفة والغرض منه تحصیل المملکة فی تلك المور۔ (40)

''الحسبہ'' سے پہلو تہی لوگوں کی بے راہ روی پر منتج ہوتی ہے اراس سے نہ صرف فسادات کے دروازے کھل جاتے ہیں بلکہ معاشرتی اور قومی نظم وضبط اور امن عامہ میں بھی خلل پیدا ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اسی لئے عہد حاضر کے محققین قدیم فقہاء اسلام کی طرح ''الحسبہ'' کو حکومت کی نگرانی میں کام کرنے والے ادارہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ام القریٰ یونورسٹی مکہ مکرمہ کے پروفیسر اور شام کے سابق وزیر تعلیم کا بیان ہے:

هی رقابة اداریة تقوم بها الدولة عن طریق موظفین خاصین علی نشاط الافراد فی مجال الاخلاق و الدین والاقتصاد ای فی المجال الاجتماعی بوجه عام، تحقیقا للعدل والفضیلة، وفقا للمبادی المقررة فی الشرع الاسلامی وللاعراف المالوفة فی کل بیئة وزمن۔ (41)

یہ ایک نگران ادارہ ہے جو حکومت قائم کرتی ہے اسے اسکے خاص ملازمین چلاتے ہیں۔اس ایک مقصد اخلاق،مذہب اور اقتصادیات کے دائرے میں افراد کی سرگرمیوں پر نظر رکھتا ہے یعنی ان کی عام اجتماعی سرگرمیوں کی نگہداشت ہو،تاکہ عدل وانصاف اور اقتدار اعلیٰ کو بروئے علم لایا جاسکے اور اس معاملے میں شریعت اسلامی اور مختلف زمانوں اور علاقوں میں جو معروف اور پسندیدہ طریقے مروج ہیں،ان کی روشنی میں اس اہم کام کو سرانجام دیا جاسکے۔

احتساب کا رضاکارانہ پہلو

امر بالمعروف اور نھی عن المنکر ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق لوگوں کو اچھائی کا حکم دیں اور برائی سے روک دیں جیسے قران کریم میں اللہ تعالی فرماتے ہیں:

وَقَالَ اللہُ تَعَالَی: وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (42)

ترجمہ: اور تم میں ایک گروہ ایسا ہونا چاہئے کہ بھلائی کی طرف بلائیں اور اچھی بات کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں۔

حضور ﷺ نے فرمایا:

مَنْ رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُغَيِّرْهُ بِيَدِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهِ وَذَلِكَ أَضْعَفُ الإِيمَانِ۔ (43)

تم میں سے جو شخص برائی دیکھے تو اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، اگر وہ طاقت نہ رکھے تو پھر اپنی زبان سے، اگر وہ (اس کے بھی) استطاعت نہ رکھے تو پھر اپنے دل سے (بدلنے کے لئے منصوبہ بندی کرے اور اس سے نفرت رکھے)، اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

امر بالمعروف اور نھی عن المنکر یعنی الحسبہ کا فریضہ مختلف طریقوں سے انجام دیا جاسکتا ہے، ایک تو یہ ہے کہ ہر مسلمان یہ فریضہ انجام دے جس کو اہل علم متطوع کا نام دیتے ہیں یعنی غیر تنخواہ دار شخص جو محض اجر و ثواب کی نیت سے یہ فریضہ انجام دے۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ حکومت اس فریضہ کی انجام دہی کے لئے افراد کو متعین ومامور کردے جس کو محتسب (Ombudsman) کہا جاتا ہے۔

رضاکارانہ طور برائی کو روکنے کے مختلف درجات ہیں جیسے مذکورہ بالا حدیث سے ان درجات کی وضاحت ملتی ہے۔ ان میں سب سے زیادہ مؤثر درجہ وعظ و نصیحت سے برائی کو روکنا ہے۔ زبان سے برائی روکنے کی صورت میں امام غزالی فرماتے ہیں:

"یہ صورت اس وقت ہو گی جب کوئی شخص برائی کا علم ہونے کے باوجود اس کا ارتکاب کرے یا اس پر اصرار کرے جیسے کوئی شخص شراب پینے، ظلم کرنے، مسلمانوں کی غیبتیں کرنے اور اس طرح کے دیگر برائیوں کو اپنا معمول بنالے تو ضروری ہے کہ اسے وعظ و نصیحت کی جائے، اللہ عزوجل کا خوف دلایا جائے اور جس برے فعل کا وہ مرتکب ہے اس کی مذمت و وعید میں وارد روایات سنائی جائیں، نیز بزرگان دین اور متقی و پرہیزگار لوگوں کی سیرت و کردار بیان کئے جائیں اور یہ تمام باتیں غصے و سختی کے بغیر شفقت و مہربانی سے کی جائیں۔ اس کی طرف رحم کی نظر سے دیکھے اور اس کے برائی میں مبتلا ہونے کو اپنے اوپر مصیبت جانے کیونکہ تمام مسلمان ایک جان کی طرح ہیں"(44)

وعظ و نصیحت سے برائی کو روکنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے، ہر مسلمان کو متطوع ہونا چاہئے، اس کے لئے اسلامی ریاست سے اجازت لیناضروری نہیں، اور نہ حکومت کی طرف سے افراد کو مقرر کرنا ضروری ہے۔ اسی سے معاشرے میں سدھار اتا ہے کیونکہ انسان کی فطرت ہے کہ وہ زور زبردستی کی بجائے وعظ و نصیحت سے زیادہ متاثر ہوتا ہے۔

دوسرا درجہ برائی کو ہاتھ سے روکنا ہے۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں: یہ درجہ بعض گناہوں میں تو قابل عمل ہے لیکن بعض میں نہیں۔ چنانچہ جن گناہوں کا تعلق اس کی زبان اور دل سے ہے انہیں، ہاتھ سے بدلنا ممکن نہیں، اسی طرح ہر وہ گناہ جس کا تعلق گناہ کرنے والے کے نفس اور باطنی اعضا سے ہو۔(45)

امام غزالی نے اس درجہ کے دو اداب بیان کئے ہیں:

پہلا ادب: یہ ہے کہ برائی کو ہاتھ سے اس وقت روکے جب گناہ کا ارتکاب کرنے والا از خود گناہ ترک کرنے پر تیار نہ ہو۔
دوسرا ادب: یہ ہے کہ ہاتھ سے بدلنے کے سلسلے میں اتنی مقدار پر ہی اکتفا کرے جتنی حاجت ہو۔(46)

لیکن اس دوسرے درجہ کا اختیار ہر کسی کے پاس نہیں، یہ وہ شخص کر سکتا ہے جس کے پاس استطاعت ہو اور برائی کو ہاتھ سے روکنے میں اس حد تک نہ جائے جس سے فتنہ برپا ہو جائے۔

درحقیقت برائی کو ہاتھ سے روکنا اسلامی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ بدعنوانی کی روک تھام کے لئے اسلامی ریاست میں مختلف محکمے قائم ہوتے ہیں، ان میں سے ایک محکمہ احتساب ہے۔ اسی لئے تاریخ اسلام کے تقریباً ہر دور میں محتسب کے منصب کی اہمیت وافادیت کو کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کیا گیا۔ حکومت کی طرف سے باقاعدہ محتسب کی تقرری ہوتی ہے جس کے پاس اختیارات ہوتے ہیں اور وہ برائی روکنے کے لئے پولیس سے بھی مدد لے سکتے ہیں۔

اسلام میں احتساب اور محتسب کا تصور اصولاً دینی ہے، یہ تصور فی الحقیقت قران حکیم کی ان ہی آیات کو محیط ہے جن میں امر بالمعروف اور نھی عن المنکر کی تلقین کی گئی ہے اور جس کی تاکید احادیث نبویہ میں بھی ملتی ہے۔ احتساب امر بالمعروف اور نھی عن المنکر ہی کا دوسرا نام ہے، اس لئے یہ ہر عاقل بالغ مسلمان کا انفرادی اور سارے مسلم معاشرے کا اجتماعی فریضہ ہے۔

حوالہ جات

(1) ابن منظور، محمد بن مکرم بن منظور الأفریقي المصري، لسان العرب الناشر: دار صادر - بیروت۔ ج 1۔ ص 310۔

(2) قرآنی آیات ملاحظہ ہو: آل عمران 199/37/27/19۔ المائدہ: 4 یونس: 5 الرعد: 40/21/18/ 41۔ ابراہیم: 41 /51۔ بنی اسرائیل (الاسراء) 12۔ النور 39/38۔ ص: 53/39/26/16۔ الزمر 10 غافر: 40/27/17۔ حسابا کے لئے الطلاق 8 النبا 36/27 الانشقاق :8۔ حسابک: الانعام 52۔ حسابہ :المؤمنون 117 النور: 39 حسابھم: الانعام 29/52 الشعراء 113 الغاشیہ 26۔ کے لئے حٰسبین لانبیاء 47 حسابیہ کے لئے الحاقہ 26/20 ملاحظہ ہو۔

(3) سورۃ الإسراء الآیۃ 12.

(4) بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لانکتب ولانحسب۔

(5) صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب صوم رمضان احتسابا من الإیمان/ح 37.

(6) صحیح البخاري/کتاب التوحید/باب ماجاء في قوله تعالی إنّ رحمة اللہ قریب/ح 7448

(7) الحسیني، محمّد بن محمّد بن عبدالرزّاق، تاج العروس، الناشر دار الھدایۃ ج: 1 ص: 412۔

(8) سورۃ آل عمران الآیۃ 173.

(9) سورۃ النساء الآیۃ 6.

(10) سورۃ الطلاق، الآیۃ: 3۔

(11) ایک روایت میں بحسبک ہے، مگر معنٰی وہی ہے۔ ولورُوِي [بَحَسْبِک أن تَصُوم] أي كَفَايَتک أو کافیک کقولھم بحَسْبِکَ قولُ السُّوء والباء زائدۃ لکان وجْھاً۔

(12) الجزري، أبو السعادات المبارک بن محمد۔ النھایۃ في غریب الحدیث والأثر۔ المکتبۃ العلمیۃ - بیروت ، 1399ھ - 1979م۔ ج،1 ص: 955۔

(13) الحسیني، محمّد بن محمّد بن عبدالرزّاق، تاج العروس، الناشر دار الھدایۃ ج: 1 ص: 412۔

اس کے علاوہ دوسرے حوالہ جات بھی ملاحظہ ہو۔ کیرانوی ، وحید الزمان قاسمی کیرانوی ، القاموس الوحید، ادارہ اسلامیات لاہور، کراچی۔ 1422ھ - 2001ء۔ ص: 336۔

الصاحب بن عباد، المحیط فی اللغۃ۔ ج،1 ص: 201۔

أحمد بن محمد بن علي المقري الفیومی۔ المصباح المنیر في غریب الشرح الکبیر۔ ج،1 ص: 135۔

محمد بن یعقوب الفیروزآبادي۔ القاموس المحیط۔ص:95۔

(14) أحمد بن حنبل مسند الإمام أحمد بن حنبل الناشر : مؤسسة الرسالة الطبعة : الثانية 1420ھ، 1999م۔ ج،13ص:418۔ح8052۔

(15)النهاية في غريب الحديث والأثر۔ج،1ص:955۔

(16) محمد بن يزيد أبوعبدالله القزويني، سنن ابن ماجه۔الناشر :دارالفكر ۔بيروت۔ج1۔ص597۔ح1858۔

(17)سنن ابن ماجه۔ج1۔ص597۔ح1858۔

(18)سورۃ العنکبوت۔الایۃ1۔

(19)سورۃ العنکبوت۔الایۃ4۔

(20)سورۃ الطلاق،الایۃ3۔

(21) ''حسب'' کا لفظ مختلف احادیث مبارکہ میں استعمال ہوا ہے، درج ذیل حوالے ملاحظہ ہو۔ النسائي، ابی عبد الرحمن احمد بن شعیب النسائی السنن الکبری، دار الکتب العلمیۃ بیروت ۔ لبنان۔ج3۔ص271۔/ج4۔ص177۔178۔ الطبراني، أبو القاسم سليمان بن أحمد الطبراني، المعجم الأوسط، دار الحرمين-القاهرة، 1415۔ج9۔ص63۔ سليمان بن أحمد الطبراني، المعجم الكبير، مكتبة العلوم والحكم – الموصل الطبعة الثانية ، 1404 – 1983۔ باب الجيم۔ج2۔ص157/ باب الحاء۔ج3۔ص68/باب صاد۔ج8۔ص149۔/باب العين۔ج17۔ص295۔ /باب الفاء۔ج18۔ ص328۔/باب الميم۔ج20۔ص183۔

السجستاني، أبو داود سليمان بن الأشعث السجستاني، سنن أبي داود۔دار الكتاب العربي۔بيروت۔كتاب الصلوٰة۔باب قَوْلِ النَّبِيِّ۔صلى الله عليه وسلم۔ « كُلُّ صَلاَةٍ لاَ يُتِمُّهَا صَاحِبُهَا تَتِمُّ مِنْ تَطَوُّعِهِ۔ج1۔ص323۔ح866۔/باب النَّهْيِ عَنْ تَزْوِيجِ مِنْ لَمْ يَلِدْ مِنَ النِّسَاءِ ج2۔ص175۔ح2052۔/باب فِي الْغِيبَةِ.ج4۔ص422۔ح4884۔

اسی طرح لفظ''احتسب'' بھی مختلف احادیث میں مذکور ہے۔ مسلم بن الحجاج، صحيح مسلم۔ باب اسْتِحْبَابِ صِيَامِ ثَلاَثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ الخ.ج3۔ص167۔ح2803۔

الترمذي، محمد بن عيسى بن سَوْرة بن موسى بن الضحاك، الترمذي، سنن الترمذي، الناشر: شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر۔الطبعة: الثانية، 1395ھ - 1975م۔بَابُ مَا جَاءَ فِي فَضْلِ صَوْمِ يَوْمِ عَرَفَةَ،ج3۔ص115۔ ح749۔/ أَبْوَابُ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،ج5۔ص533۔ح3511۔السنن الكبرى

للنسائی۔ کِتَابُ عَمَلِ الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ ، مَا يَقُولُ إِذَا مَاتَ لَهُ مَيِّتٌ ۔ج9۔ص393۔ح10842۔ مسند احمد بن حنبل۔ ج3۔ص113۔ ح1531۔/ج3۔ص142۔ ح1575۔/ ج9۔ص317۔ ح5434۔/ ج26۔ص260۔ح16343۔/ج37۔ص307۔ح22621۔/ ج44۔ص268۔ ح26669۔/ ج44۔ص293۔ ح26697

(22)الماوردی ، قاضی ابوالحسن علی۔ الاَحکام السلطانیۃ۔ج1۔ص486۔

(23)آل عمران،104۔

(24)الفراء، قاضی ابویعلیٰ محمد بن الحسین،الاَحکام السلطانیۃ۔المطبعہ الفریدۃ،مکہ مکرمہ۔1357ھ۔ص68۔

(25)الشیرزی،عبدالرحمٰن بن نصر، نِهَايَةَ الرُّتْبَةِ فِي طَلَبِ الْحِسْبَةِ، قاہرہ1946۔ص6۔

نیز ملاحظہ ہو:ابن الاخوۃ،معالم القربة في طلب الحسبة۔ص2۔ابن بسام، محمد بن احمد بن بسام المحتسب، نھایۃ الرتبہ فی طلب الحسبہ۔مطبعہ المعارف، بغداد1968۔ص10۔

(26)ابن الاخوۃ، محمد بن محمد بن احمد القرشی۔ معالم القربة في طلب الحسبة۔ص7۔

(27)ابن بسام، محمد بن احمد بن بسام المحتسب، نھایۃ الرتبہ فی طلب الحسبہ۔مطبعہ المعارف، بغداد1968۔ص10۔

(28)ایضاً۔

(29)ابن تیمیہ،الحسبہ فی الاسلام۔ص13۔

(30)ابن تیمیہ،الحسبہ فی الاسلام۔ص15۔

(31)خلیفہ، مصطفٰی بن عبداللہ۔ کشف الظنون۔اسنبول1943۔ج1۔ص15۔

(32)جبران مسعود۔رائد الطلاب۔دار العلم،بیروت1967ء۔ص365۔

(33)دائرالمعارف الاسلامیہ (عربی) ج7۔ص378۔

(34)ایضاً۔

(35)ایضاً۔

(36)یاقوت حموی کی معجم الادباء کے مختلف تذکروں میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

(37)اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ج8۔ص187۔لاہور جامعہ پنجاب۔

(38) محمد بن أبي بكر أيوب الزرعي أبو عبد الله، الطرق الحكمية في السياسة الشرعية مطبعة المدني – القاهرة۔ص344۔

(39) کاشفی، حسین واعظ۔ اخلاق محسنی۔ ناشر: میر زادا براہیم تاجر شیرازی، بمبئی، 1308ھ۔ ص 159۔
(40) خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ۔ کشف الظنون۔ اسنبول 1943۔ ج 1۔ ص 15۔
(41) محمد المبارک۔ الدولۃ نظام الحسبۃ عند ابن تیمیہ۔ ص 243۔
(42) آل عمران، 104۔
(43) صحیح مسلم ۔حدیث:186۔ج1۔ص50۔
(44) غزالی، امام محمد بن محمد، احیاء العلوم۔ (مترجم اردو، مدنی علماء) مکتبۃ المدینۃ، کراچی، جولائی 2013۔ ج 2۔ ص 1263۔
(45) غزالی، احیاء العلوم۔ ج 2۔ ص 1267۔ (حوالہ بالا)
(46) ایضا